حکومت کا دستور ہے جس میں خدا کی حاکمیت تسلیم کی گئی ہے اور رسول کی لائی ہوئی شریعت کو ماخذ قانون مانا گیا ہے۔ اس کے برعکس مسلمان کہتے ہی اس شخص کو ہیں جو کلمۂ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا اقرار کر کے خدا کی حاکمیت تسلیم کر چکا ہو اور شریعت محمدی کو اپنے لئے قانون کا واحد ماخذ مان چکا ہو۔ اب ہر صاحب عقل آدمی خود ہی سمجھ سکتا ہے کہ ایک انسان بیک وقت ان دو متضاد چیزوں کا سچے دل سے قائل کیسے ہو سکتا ہے اگر وہ اس بے دین دستور کو حق مانتا ہے تو کلمۂ توحید و رسالت کی تردید لازم آتی ہے اور اگر وہ کلمۂ توحید و رسالت کو حق سمجھتا ہے تو ممکن نہیں ہے کہ اس کے ساتھ وہ اس دستور کو بھی حق سمجھے جو قطعی طور پر اس کلمہ کی ضد ہے۔ پھر آخر یہ بات کس طرح معقول ہو سکتی ہے کہ ایک مسلمان بیک وقت سچا مسلمان بھی ہو اور سچے دل سے اس بے دین دستور کا مخلص وفادار بھی۔ وہ اس بات کا حلف تو ضرور لے سکتا ہے کہ جس حکومت سے وہ تنخواہ لیتا ہے اس کے عائد کردہ فرائض کو دیانت اور فرض شناسی سے انجام دے گا، اور اس بات کا حلف بھی لے سکتا ہے (بلکہ اسے لینا چاہئے) کہ وہ پاکستان کا سچے دل سے خیر خواہ رہے گا لیکن ریاست کے دستور کی وفاداری کا حلف وہ اس وقت تک نہیں لے سکتا جب تک کہ خود ریاست خدا کی وفاداری اور اس کے رسول کی اطاعت کا حلف نہ لے لے۔ اس کے بغیر جو حلف ایک غیر اسلامی بلکہ خلاف اسلام دستور کی وفاداری کا لیا جائے گا وہ صریح طور پر اس بنیادی حلف سے متصادم ہوگا جو ایک مسلمان نے پہلے ہی کلمۂ توحید و رسالت پڑھ کر لے رکھا ہے۔

ہمارے نزدیک جن لوگوں نے حکومت کو اس مرحلے پر اپنے ملازموں سے یہ حلف لینے کا مشورہ دیا ہے انہوں نے حکومت کی خیر خواہی نہیں کی ہے۔ اس وقت ملک کا آئندہ دستور زیر تجویز ہے۔ سابق دستور جس پر سر دست حکومت کا نظام چل رہا ہے محض ایک عارضی چیز ہے جس کے حق میں زیادہ سے زیادہ بس اتنا ہی کہا جا سکتا ہے کہ اسے بضرورت محض اس وقت تک برقرار رکھا گیا ہے جب تک نیا دستور نہ بن جائے۔ اس عارضی دستور سے کوئی شخص بھی مطمئن نہیں ہے اور دستور ساز اسمبلی کا قیام خود ہی یہ ظاہر کر رہا ہے کہ اس دستور کو بدلنے کی ضرورت سب کو تسلیم ہے۔ پھر آخر وہ کون عقلمند تھا جس نے حکومت کو یہ مشورہ دیا کہ وہ اس عبوری دور میں اپنے ملازموں سے ایک ایسے دستور کی وفاداری کا حلف طلب کرے جسے کوئی بھی برحق

نہیں مانتا، اور جسے صرف اس لئے قائم رکھا گیا ہے کہ نیا دستور بننے تک نظام حکومت کا ڈھانچہ حسب سابق برقرار رہے۔ حکومت کے ملازمین بہرحال ایک مشین کے بے جان پرزے جیسے نہیں ہیں۔ وہ پڑھے لکھے لوگ ہیں ضمیر اور شعور رکھتے ہیں عقل اور رائے رکھتے ہیں سابق نظام کو بدلنے کی ضرورت کا جو احساس ان کی ساری قوم میں عام طور پر پایا جاتا ہے اس میں وہ بھی شریک ہیں۔ آپ ان سے یہ ہرگز توقع نہیں کر سکتے کہ ضابطۂ ملازمت میں آپ جو چیز بھی رکھ دینگے اُس کے مطابق ان کا ضمیر بلا تکلف ڈھل جائیگا۔ ان کے ضمیر کا سرچشمہ آپ کا ضابطۂ ملازمت نہیں ہے بلکہ ان کے اپنے حسیات ہی ہیں۔ آپ جائز طور پر اُن سے صرف اُسی چیز کا حلف لے سکتے ہیں جو درحقیقت اُن کے اپنے ضمیر کے مطابق ہو۔ ان کے عام جذبات کو نظر انداز کر کے اگر کوئی حلف نامہ آپ تصنیف کریں گے تو وہ ان کے اندر مصنوعی طور پر ایک نیا ضمیر پیدا نہیں کر دیگا بلکہ ایسے حلف نامے کو شرط ملازمت قرار دینے کا نتیجہ صرف یہ ہوگا کہ ملازمین کی ایک کثیر تعداد محض روٹی کی خاطر تقیہ کے ساتھ یہ حلف لیگی درآنحالیکہ یہ اُن کے ضمیر کی آواز نہ ہوگی۔ اور ایک بہت قلیل تعداد سچے دل سے اس پر دستخط کریگی کیونکہ اس کے اپنے نظریات بھی وہی کچھ ہیں جن پر موجودہ بے دین دستور مبنی ہے اور ایک دوسری قلیل تعداد اپنے ضمیر کے خلاف حلف لینے کی بہ نسبت ملازمت چھوڑ دینا زیادہ پسند کریگی حالانکہ وہی اس حکومت کے سب سے زیادہ قابل قدر اور قابل اعتماد ملازم ہیں۔

کیا اس غیر دانشمندانہ طریق عمل کے بجائے زیادہ بہتر یہ نہ تھا کہ اس موقع پر سرکاری ملازموں سے صرف دو چیزوں کا حلف لیا جاتا۔ ایک یہ کہ وہ پاکستان کے سچے وفادار و خیر خواہ رہیں گے۔ دوسرے یہ کہ وہ اپنے فرائض منصبی کو دیانت اور فرض شناسی کے ساتھ انجام دینگے؟ اس مضمون کا حلف اگر لیا جاتا تو وہ ہر مسلمان کے ضمیر کے مطابق ہوتا اور جن خرابیوں کی اصلاح کیلئے اس وقت حلف لینے کی ضرورت محسوس کی گئی ہے ان کیلئے بھی یہ بالکل کافی ہوتا۔

جنگِ کشمیر

پچھلے دنوں یہ خبر شائع ہوئی تھی کہ آپ نے پشاور میں تقریر کرتے ہوئے کہا تھا کہ کشمیر میں جو جنگ ہو رہی ہے یہ جہاد نہیں ہے اور یہ کہ جب تک حکومت پاکستان باقاعدہ جہاد کا اعلان نہ کرے اس وقت تک یہ جنگ جہاد کی تعریف میں نہیں آسکتی۔ پھر تعمیر جماعت کی طرف سے اس کی جو تردید شائع ہوئی اس سے معلوم ہوا کہ